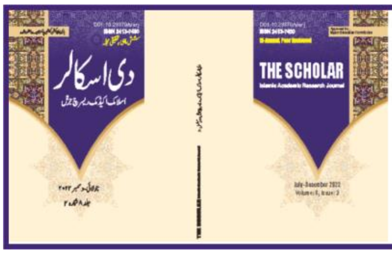

THE SCHOLAR
ISLAMIC ACADEMIC RESEARCH JOURNAL
ISSN: 2413-7480 (Print)
ISSN: 2617-4308 (Online)
DOI: 10.29370/siarj
Journal home page: https://siarj.com

استنباطِ احکام میں امام شوکانیؒ کے مخصوص اسالیب (ایک تحقیقی وتجزیاتی مطالعہ)

SPECIFIC STYLES OF IMAM SHOWKANI IN THE DERIVATION OF THE RULINGS (AN (EXPLORATORY AND ANALYTICAL STUDY)

1-Muhammad Saad Dehlvi
Email: msaaddehlvi.edu@gmail.com
ORCID ID:
https://orcid.org/0000-0002-5840-1646

Ph. D Scholar, Dept of Islamic Studies, The University of Lahore, Lahore.

2- Shahzada Imran Ayub
Email: shahzada.imran@ue.edu.pk
ORCID ID:
https://orcid.org/0000-0002-5840-1646

Associate Professor, Dept of Islamic Studies, Division of Islamic and Oriental Learning, University of Education, Lower Mall Campus, Lahore.

To cite this article:
Dehlvi Muhammad Saad, Ayub, Shahzada Imran. "SPECIFIC STYLES OF IMAM SHOWKANI IN THE DERIVATION OF THE RULINGS (AN (EXPLORATORY AND ANALYTICAL STUDY" The Scholar Islamic Academic Research Journal 9, No. 2 (November 11, 2023).
To link to this article: https://doi.org/10.29370/siarj/issue17urduar1

Journal	The Scholar Islamic Academic Research Journal Vol. 9, No. 2 ||July –December 2023 || P. 1- 17
DOI:	10.29370/siarj/issue17urduar1
License:	Copyright c 2017 NC-SA 4.0
Journal homepage	https://siarj.com
Published online:	2023-12-21
Journal is Indexed by:	DOAJ |AIL| Almanhal |National Library of Australia |Academia, |DRJI |WorldCat |SCILIT |Gale| The Internet Archive|10-A Digital Library||Harvard Library E-Journals|-Library	University of Ottawa| ScienceGate| NAVER Academic, Asian Digital Library| Tehqeeqat, |SEMANTIC SCHOLAR	Publon| Repository |Globethics| EuroPub database| Cornell University Library	Advanced Sciences Index

CC BY NC SA
Open Access

استنباطِ احکام میں امام شوکانیؒ کے مخصوص اسالیب
(ایک تحقیقی وتجزیاتی مطالعہ)

SPECIFIC STYLES OF IMAM SHOWKANI IN THE DERIVATION OF THE RULINGS (AN EXPLORATORY AND ANALYTICAL STUDY)

Muhammad Saad Dehlvi, Shahzada Imran Ayub

ABSTRACT:

Imam Shukani was skilled not only in hadith and jurisprudence but also in various other sciences and arts. This is the reason why his biographers have given him the status of Muhaddith and Faqeeh, as well as Mufassir (مفسر), Usooli (اصولی), Mua`rrikh (مؤرخ), Adeeb (ادیب), Nahvi (نحوی) and logician (منطقی). Since our subject in the present paper is related to his jurisprudential derivation, ten important styles of his derivation of rulings have been selected and copied here, and here they are: He decides on the basis of argument in deriving jurisprudential rulings. Consider the apparent meaning of the text as much as possible. He is convinced of the collection and implementation of arguments. In deriving rulings, it relies on the principles and rules of the Arabic language. Convinced to combine Furoo` (فروع) with principle. Where necessary, he makes inferences from rational reasoning. It also pays attention to the practical aspects and the prevailing situation of the problem, keeping in view the social foundations. Respects the objectives of Sharia. In jurisprudence, he adopts the approach of independence. These points will be presented in detail in this paper.

KEYWORDS: Showkani, Hadith, Fiqh, Ijtihad, Usool, derivation, Sharia, arguments, objectives, Arabic language.

کلیدی الفاظ: شوکانی، حدیث، فقہ، اجتہاد، اصول، ماخوذ، شریعت، دلائل، مقاصد، عربی زبان۔

امام شوکانی کا مختصر تعارف اور حالات زندگی:

امام شوکانی کا نام محمد ہے، کنیت ابو عبداللہ، والد کا نام علی اور دادا کا نام محمد ہے۔ پورا نام اس طرح ہے: ابو عبداللہ محمد بن علی بن محمد شوکانی صنعانی۔ آپ کے والد علی بن محمد صنعاء میں شوکانی کے انتساب سے مشہور تھے، والد صاحب ہی کی نسبت کی وجہ سے آپ کو بھی "شوکانی" کہا جانے لگا۔ شوکان صنعاء سے ایک دن سے کم کی مسافت پر ایک بستی ہے۔[1] امام شوکانی کے والد اگرچہ صنعاء میں مقیم ہو چکے تھے تاہم امام شوکانی کی پیدائش آبائی علاقہ میں ہی ہوئی۔[2] آپ بروز پیر بوقت دوپہر بتاریخ 28 ذوالقعدہ سن 1173ھ میں پیدا ہوئے۔[3] امام شوکانی نے دس سال کی قلیل عمر سے بھی پہلے نہ صرف قرآن کریم مکمل حفظ کر لیا تھا بلکہ مشائخ اور اہل علم کی مجالس میں حاضر ہونا بھی شروع کر دیا تھا۔[4] حفظ قرآن کے ساتھ ساتھ ہی آپ نے فقہ، نحو، عروض، آدابِ بحث، علومِ لغت اور تاریخ وادب کی بہت سی اہم علمی کتب ازبر کر لی تھیں اور اس کے بعد اپنے والد اور اپنے زمانہ کے بہت سے ماہرین فن علماء سے مختلف علوم دینیہ، لسانیہ، عقلیہ، ریاضیہ اور فلکیہ حاصل کرنا شروع کر دیئے اور ان میں بے مثال مہارت پیدا کر لی۔[5]

حصولِ علم کے بعد علامہ شوکانی نے عملی اور تدریسی زندگی میں خاصی محنت کی ایک دن میں تیرہ اسباق تک پڑھانا آپ کا معمول تھا۔[6] تدریس کے ساتھ فتویٰ نویسی اور تصنیف وتالیف کا کام مستقل جاری تھا۔ چنانچہ آپ نے بے شمار فتاویٰ اور سو سے زائد تصانیف چھوڑیں۔[7] زرکلی نے الاعلام میں نقل کیا ہے کہ آپ کی مؤلفات ایک سو چودہ (114)

---

(1) Al-Showkani, Muhammad bin Ali, Al-Bad al-tale bimahasin man bad al-qarn al-sabe, dar ul marifah, beruit, vol.1, p.480.
(2) Ibid, vol.2, p.215
(3) Ibid
(4) Abu Musab, Muhammad bin Hassan Hallaq, Muqadma al-fath al-rabbani min fatawa al-imam Al-showkani, Maktaba al-jail al-jadeed, Sanaa`, Yaman, vol.1, p.24
(5) Ibraheem hilal, Muqadma qatr alwali Ala Hadith al-wali, Dar ul kutab al-hadisah, p 16
(6) Ibid
(7) Al-Fath al-Rabbani, Vol.1, p.24

تک پہنچتی ہیں۔[8] 1209ھ میں صنعاء کے قاضی یحییٰ بن صالح شجری سحولی کی وفات کے بعد علامہ شوکانی کو صنعاء کا قاضی بھی بنایا گیا۔[9] آپ نے تقلید کے مروجہ انداز کو خیر باد کہہ دیا اور مختلف مسالک کے درمیان مسائل کی تحقیق و ترجیح کا انداز اختیار کیا۔ تقلید کو چھوڑنے اور اجتہادی رائے اختیار کرنے کا خیال ان کے ذہن میں اچانک یا کسی حادثاتی واقعہ کے نتیجہ میں نہیں آیا بلکہ ایسا تعلیم کے پہلے دن سے لے کر تکمیلِ علوم تک بتدریج اور آہستگی کے ساتھ ہوا۔ آپ نے اپنی طلب علم کے آغاز کی دعاؤں بیان کی ہے: ''میں نے اللہ تعالی سے سوال کیا کہ اپنے علوم میں سے مجھ پر وہ باتیں کھول دے جن سے مجھ پر راجح اور مرجوح ممتاز ہو جائے۔''[10]

علامہ شوکانی نے اپنے آغاز شباب ہی میں اہل علم پر اپنی علمی دھاک بٹھا دی اور انہوں نے آپ کے علمی کمال کی شہادت دی۔ صاحب ''معجم المؤلفین'' عمر رضا کحالہ آپ کا تعارف یوں کرواتے ہیں: ''آپ (بیک وقت) مفسر، محدث، فقیہ، اصولی، مؤرخ، ادیب، نحوی، منطقی، متکلم اور حکیم تھے۔''[11] صاحب معجم حفاظ القرآن لکھتے ہیں: ''آپ حفاظ قرآن میں سے اور بہترین علمائے مجتہدین مؤلفین میں سے تھے۔ اور آپ مفسر، محدث، فقیہ، اصولی، مؤرخ، ادیب، نحوی، منطقی، متکلم اور حکیم تھے۔''[12]

امام شوکانی کے مسلک کو درج ذیل 3 نکات کے ذریعے سمجھا جا سکتا ہے:

- امام شوکانی نے اپنے گھریلو پس منظر کی بنا پر ابتدائی طور پر فقہ زیدیہ کی تعلیم حاصل کی، مگر وسعتِ مطالعہ اور حدیث میں رسوخِ علم نے انہیں امام زید کی فقہ میں محصور نہیں رہنے دیا۔ چنانچہ انہوں نے فقہ زیدیہ پر ناقدانہ نظر ڈالی اور ان تمام مقامات پر گرفت کی جہاں قرآن وسنت سے ذرا بھی انحراف پایا جاتا تھا۔
- اصولِ دین اور صفاتِ الٰہی کے بارے میں سلف کی طرح وہ بھی مسلکِ تفویض رکھتے تھے یعنی قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں وارد ہونے والی صفات کو بغیر کسی تشبیہ و تعطیل اور تاویل و تحریف کے ان کے ظاہر پر محمول

([8]) Ahmad Azo Anayah, Muqadma Irshad al-fuhool ila tahqeeq al-haq min ilm al-usool, Dar al-kitab al-arabi, vol.1, p.12

([9]) Ibid, vol.1, p.26

([10]) Al-Showkani, Muhammad bi Ali, Adab al-talab wa muntahi al-adab, dar ibn Hazm, beruit, p.35

([11]) Umar Raza Kahalah, Mojam al-mualifeen, Maktaba al-musanna, dar ihyaa al-turas al-arabi, beruit, vol.11, p. 53

([12]) Muhammad Mohisin, Mojam Huffaz al-Quran, Dar al-Jail, Beruit, 1992, vol.2, p.379

کرتے تھے۔[13]

- امام شوکانی اجتہاد اور رجوع الی القرآن والسنہ کے پرجوش داعی تھے۔اس لیے انہوں نے تقلید کا بوجھ کندھوں سے اتار دیا اور اجتہاد وتدبر کی راہ پر گامزن ہوگئے۔ان کا مطمح نظر کسی امام کے مذہب کا اثبات نہ تھا، جیسا کہ مقلدین کا وتیرہ ہوتا ہے، بلکہ قرآن وسنت کے مطابق جو مسلکِ حق ہوتا تھا اسے اختیار کرتے تھے۔

آپ نے 26 جمادی الاخریٰ 1250ھ/1834ء کو 76 سال کی عمر میں وفات پائی۔ آپ کی نمازِ جنازہ جامع الکبیر صنعاء میں ادا کی گئی اور تدفین بھی صنعاء ہی میں کی گئی۔[14]

استنباطِ احکام کے مخصوص اسالیب:

امام شوکانی احکامِ فقہیہ میں تقلید کے سخت ترین مخالف، تقلید کی حرمت کے قائل اور اجتہاد اور احکام کے استنباط کے لیے قرآن وسنت میں براہِ راست غور کرنے کے زبردست داعی تھے۔اس لیے فقہی احکام کو مرتب کرتے وقت اپنی کتب میں انہوں نے مقلدین کے سے انداز میں احکامِ فقہیہ پر بحث نہیں کی بلکہ فقہی احکام کے متعلق قرآن وسنت کی روشنی میں اصولی بحث کی اور ان اصول کا نہ صرف یہ کہ خود التزام کیا بلکہ دوسروں کو بھی ان کا التزام کرنے کی دعوت دی اور اس پر زور دیا۔ان فقہی استنباطات کے اسالیب میں سے اکثر وہی ہیں جو متقدمین فقہاء کے ہاں معروف اور مستند سمجھے گئے ہیں اور جو قرآن وسنت اور اصولِ شرع کی رُو سے ثابت شدہ ہیں۔ان اسالیب کے اختیار کرنے میں امام شوکانی نے جمہور سے انحراف نہیں کیا بلکہ انہی متفقہ اصولوں کی پیروی کرتے ہوئے قرآن وسنت کو بنیاد بنا کر احکامِ فقہیہ میں غور کیا اور یہی امام شوکانی کے نزدیک اجتہاد کا تقاضا ہے۔یعنی احکامِ فقہیہ کے استنباط کے وقت یہ غور کیا جائے کہ یہ فقہی احکام قرآن وسنت میں براہ راست غور کرکے کیسے اخذ کیے جائیں گے اور اس اخذ کرنے میں کن اصولوں کا اہتمام کیا جائے گا؟

احکامِ فقہیہ کی تعداد بے شمار ہے اور اسی کے پیش نظر فقہی استنباط کے اسالیب بھی بہت ہیں۔ ہر فقہی مسئلہ استنباط کے کسی نہ کسی اسلوب پر قائم ہے۔اس لیے ہر فقیہ اور مجتہد کے اسالیبِ استنباط بھی بہت زیادہ ہیں۔امام شوکانی کے بیان کردہ استنباط کے بے شمار اسالیب بھی ان کی کتب میں جابجا بکھرے ہوئے ہیں۔اس لیے اس مقالہ میں ان تمام اسالیب

---

(13) Al-Showkani, Muhammad bin Ali, Muqadma Fath ul Qadeer, Dar ibn kaseer, beruit, 1414Ah, vol.1, p.7

(14) Ibid

کا احاطہ تو نہیں کیا جا سکتا البتہ ہم ان میں سے نہایت اہم اسالیب کو درج ذیل سطور میں زیر بحث لائیں گے جس سے امام شوکانی کے اندازِ استنباط اور اس کے اسلوب کو سمجھنا آسان ہو سکتا ہے۔

ان استنباط کے بنیادی اور اہم اسالیب میں سے دس اسالیب کا ہم یہاں ذکر کریں گے جو درج ذیل ہیں:

1۔ دلیل کو قولِ فیصل قرار دینا

2۔ ظاہر نص سے استدلال کرنا

3۔ حتی الامکان دلائل میں تطبیق کی کوشش کرنا

4۔ احکام اخذ کرنے میں عربی زبان پر انحصار کرنا

5۔ فروع کو اصول کے ساتھ مربوط کرنا

6۔ فقہی تحقیقات کو حدیث اور اس کے علوم سے جوڑنا

7۔ دلیل عقلی سے استدلال

8۔ فقہی احکام کے اخذ و استنباط میں سماجی بنیادوں کو پیش نظر رکھنا

9۔ مقاصد شریعت کو ملحوظ رکھنا

10۔ فقہی مسلک میں آزادی کی روش کو اختیار کرنا

اگرچہ ان اسالیب کی تفصیل میں امام شوکانی کی کتب سے بہت سی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں تاہم اختصار کے پیش نظر ہم صرف ایک ایک مثال پر اکتفا کریں گے۔

1۔ دلیل کو قولِ فیصل قرار دینا:

امام شوکانی کے فقہی انداز و اسلوب میں ''دلیل'' کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ اِس کے پیش نظر انہوں نے اپنے فقہی اسلوب میں دلائل کو قولِ فیصل ماننے کے اصول کی پابندی کی ہے، پھر چاہے اس کا قائل کوئی بھی ہو اور وہ کسی بھی فقیہ سے منقول اور مروی ہو۔ کیونکہ ان کے نزدیک فقہی احکام کی بنیاد کتاب و سنت ہے۔ اس ضمن میں ہر مسئلہ کے اندراج کے نزدیک اس بات کا اہتمام کرنا ضروری ہے کہ وہ نصوص سے متصادم نہ ہو اور شریعت کے مقاصد اور روح کے دائرہ کار کی حدود میں ہو۔ اس لیے امام شوکانی کسی بھی فقہی حکم کو تب ہی راجح اور قابلِ اخذ قرار دیتے ہیں جب وہ دلیل سے ثابت شدہ ہو اور اصول سے نہ ٹکرائے۔ اگر امام شوکانی کو کوئی بھی فقہی مسئلہ قرآن و سنت سے متصادم اور ان سے ٹکراتا ہوا نظر آئے تو پھر چاہے اس کا قائل کوئی بھی ہو امام شوکانی اس کو فوراً مسترد کر دیتے ہیں اور

ضعیف قرار دے دیتے ہیں۔ امام شوکانی کی فقہی تصانیف کا مطالعہ کرنے والے کو آپ کا یہ اسلوب ہر جگہ واضح دکھائی دیتا ہے۔

جیسا کہ آپ نے اپنی کتاب ''نیل الاوطار'' کے "باب حکم الأذنین في الوضوء" میں ذکر کیا ہے کہ قاسمیہ، اسحاق بن راہویہ اور احمد بن حنبل اس بات کے قائل ہیں کہ کانوں کا مسح کرنا وضو میں فرض ہے۔ ان کی پہلی دلیل بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ: ''رسول اللہ ﷺ نے دونوں انگلیوں سے ان کے اندر کے حصہ کا مسح کیا، اور اپنے دونوں انگوٹھوں سے ان کے باہر کے حصے کا مسح کیا، اس طرح آپ نے ان کے باہر اور اندر دونوں حصوں کا مسح کیا۔''[15] علاوہ ازیں ان حضرات کی دوسری دلیل بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ بہت سی احادیث میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ ''دونوں کان سر کا حصہ ہیں۔''[16] اور کانوں کے سر کا حصہ ہونے کا لازمی تقاضا ہے کہ سر کے مسح کے حکم میں کانوں کا مسح بھی شامل ہو۔ جب سر کا مسح کرنا وضو میں فرض ہے تو کانوں کا مسح بھی لازمی طور پر فرض ہوگا۔

امام شوکانی نے اس کے جواب میں ''دلیل'' ہی کی طرف رجوع کیا اور اسی کو قولِ فیصل بناتے ہوئے اسی میں از سرِ نَو غور کیا کہ کیا واقعی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں بیان کردہ عملِ نبوی اور فرمانِ نبوی (الأُذُنَانِ مِنَ الرَّأْسِ) ان حضرات کے اس مسلک کی تائید کرتے ہیں؟ کیا واقعی ان دونوں روایات میں ایسے الفاظ موجود ہیں جو مسح کی فرضیت کو ثابت کرنے کے قابل ہوں۔ غور کے بعد امام شوکانی اس نتیجے پر پہنچے کہ نہ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ایسے الفاظ موجود ہیں جو فرضیت پر دلالت کریں، کیونکہ اس میں تو محض اللہ کے رسول ﷺ کا ایک عمل نقل کیا گیا ہے کہ آپ نے کانوں پر مسح فرمایا۔ اس میں فرضیت یا لزوم کا کہاں ذکر ہے؟ اور اس سے فرضیت کیسے ثابت ہو سکتی ہے؟ اور نہ ہی حضور ﷺ کے فرمان سے اس بات کی دلالت ہوتی ہے کہ کانوں کے مسح کا بھی وہی حکم ہے جو سر کے مسح کا حکم ہے کیونکہ اگرچہ اس حدیث شریف سے یہ ضرور سمجھا جا سکتا ہے کہ کان چونکہ سر کا حصہ ہیں اس لیے ان پر بھی اسی طرح مسح کیا جائے گا جیسے سر پر مسح کیا جاتا ہے لیکن اس سے یہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ کانوں کے مسح کا بھی وہی درجہ ہوگا جو سر کے مسح کا درجہ ہے یعنی جس طرح سر کا مسح کرنا فرض ہے اسی طرح کانوں کا مسح

(15) Al-Qazveeni, Abu Abdullah Muhammad bin Yazeed Ibn Majah, Al-Sunan, Dar al-Siddiq, Saudia, 1435 Ah, Hadith No. 439

(16) Al-Tirmazi, Abu Eisa Muhammad bin Eisa, Al-Jame, Dar Al-Garab Al-Islami, Beruit, 1996, Vol.1, P. P86

کرنا بھی فرض ہو۔

ان دونوں باتوں پر غور کیا جائے تو خود ان کی بیان کردہ دلیل ہی قولِ فیصل قرار پاتی ہے کہ اس میں فرضیت کی کوئی دلیل موجود ہی نہیں ہے لہٰذا ان روایات کی وجہ سے کانوں کے مسح کی فرضیت کا قائل ہونا رسول اللہ ﷺ کی حدیث پر اضافہ ہوگا اور آپ کی طرف اس چیز کا منسوب کرنا ہوگا جو آپ نے ارشاد نہیں فرمائی۔ لہٰذا راجح یہی ہوگا کہ کانوں کے مسح کی فرضیت کی بجائے اس کے استحباب کی طرف جائیں۔ چنانچہ آپ نے نقل فرمایا کہ ''اور انہیں جواب دیا گیا ہے کہ اس بارے میں منقول احادیث یہ ثابت ہی نہیں کرتیں اور یقینی بات استحباب ہی ہے لہٰذا وجوب کی طرف بغیر مضبوط دلیل کے نہیں جایا جائے گا ورنہ اللہ کی طرف اس چیز کا منسوب کرنا لازم آئے گا جو اس نے ارشاد نہیں فرمائی۔''(17)

2۔ ظاہر نص سے استدلال کرنا:

امام شوکانی کا اسلوب ہے کہ وہ حتی الامکان نص کے ظاہر سے ہی استدلال کرتے ہیں۔ استنباط کرتے ہوئے وہ ہمیشہ اس بات سے احتراز کرتے ہیں کہ استنباط کرتے ہوئے نص کو اس کے ظاہری معنیٰ سے ہی پھیر دیا جائے۔ ان کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ نص کے معنی اور مفہوم کو سمجھنے کی کوشش کی جائے، اسی سے فقہی استنباط کیا جائے اور اسی کو احکام پر لاگو کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا استنباطی اسلوب نص اور اس کے معنیٰ و مفہوم کے ارد گرد ہی گھومتا ہے۔ البتہ اگر کوئی واضح اور متفقہ اصول ایسا ہو کہ جس کی بنیاد پر مجبوراً انہیں نص کے ظاہر کو چھوڑنا پڑے تب ہی وہ اسے چھوڑتے ہیں۔ عام حالات میں نص کے ظاہر کو سمجھ کر لاگو کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اس کی مثال صدقۃ الفطر کا مسئلہ ہے۔ فقہاء کرام نے اس پر بحث کی ہے کہ وہ کس پر واجب ہے؟ اس پر انہوں نے فقہاء کے متعدد اقوال نقل کیے ہیں: ایک ہادی اور قاسم کا قول ہے اور مؤید باللہ کا بھی کہ صدقہ فطر اس شخص پر واجب ہے جو دس دن کی خوراک کا مالک ہو۔ دوسرے زید بن علی اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب کا مسلک یہ ہے کہ صدقہ فطر اس شخص پر واجب ہے جو شرعی اعتبار سے غنی یعنی مالدار ہو۔ جبکہ امام مالک، امام شافعی، عطاء، امام احمد بن حنبل اور مؤید باللہ کا ایک قول یہ ہے کہ صدقہ فطر اس شخص پر لازم ہے جس کے پاس ایک دن اور ایک رات کی

---

(17) Al-Showkani, Muhammad bin Ali, Nail ul Aotar, Dar ul Hadith, 1413 Ah, vol.1, p. 203

خوراک موجود ہو۔

ان اقوال کو نقل کرنے کے بعد علامہ شوکانی تیسرے مسلک کو راجح قرار دیتے ہیں۔ یعنی جس شخص کے پاس ایک دن اور ایک رات کی خوراک موجود ہو اس پر صدقہ فطر واجب ہے۔ اس کی دلیل میں آپ نے اپنے اسلوب کی پیروی کرتے ہوئے "ظاہر نص" سے استدلال کیا ہے جس میں مذکور ہے کہ "رسول اللہ ﷺ نے صدقہ فطر فرض فرمایا روزہ دار کو لغو کاموں اور رفث یعنی گناہ کی باتوں سے پاک کرنے کے لیے اور مساکین کی خوراک کے لیے، لہذا جس نے اسے عید الفطر کی نماز سے پہلے ادا کیا تب تو وہ مقبول زکوٰۃ ہو گی اور جس نے اسے نماز کے بعد ادا کیا تو وہ صدقات میں سے ایک صدقہ ہے۔"(18)

امام شوکانی فرماتے ہیں کہ غور کیا جائے تو اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے صدقہ فطر ہر مسلمان پر لازم فرمایا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے روزوں کی کمی کو دور فرمائے۔ ظاہر ہے کہ روزوں کی یہ کمی مالدار کے روزوں میں بھی ہو سکتی ہے اور غریب کے روزے میں بھی ہو سکتی ہے، اس لیے جیسے مالدار کو اپنے روزوں کی کمی دور کرنے کی ضرورت ہے ایسے ہی غریب کو بھی اپنے روزوں کی کمی دور کرنے کی ضرورت ہے۔ لہٰذا یہ قید لگانا کہ صدقہ فطر صرف اس شخص پر لازم ہو گا جو شرعی اعتبار سے مالدار ہو، اس حدیث شریف کے ظاہری تقاضے کے خلاف ہے۔ لہٰذا حدیث کے ظاہر کا تقاضا یہی ہے کہ امیر پر بھی صدقہ فطر کو لازم کیا جائے اور غریب پر بھی صدقہ فطر کو لازم کیا جائے۔

چنانچہ فرماتے ہیں: "اور اس سلسلے میں فقیر اور مالدار میں کوئی فرق نہیں۔ اس کی تائید رسول اللہ ﷺ کے مذکورہ قول کی تفسیر سے ہو جاتی ہے کہ جس شخص کے پاس دن اور رات کا کھانا موجود ہو اس کے لیے سوال کرنا حلال نہیں کیونکہ نصوص مطلق ہیں جن میں مالدار اور فقیر کا کوئی فرق نہیں۔ اور صدقہ فطر کے نکالنے والا کتنے مال کا مالک ہو، اس مقدار کی تعیین میں کوئی اجتہاد کی گنجائش نہیں۔ خاص طور پر جب وہ علت جس کے لیے صدقہ فطر کو مشروع کیا گیا ہے غنی اور فقیر دونوں میں موجود ہے یعنی لغو اور گناہ کے کاموں سے پاک ہونا۔"(19)

---

(18) Abu Dawood Suleman bin Ashas Al-sijistani, Al-Sunan, Dar al-risalah al-alamyyah, 1430Ah, Hadith No: 1609
(19) Nail ul Aotar, vol.4, p. 220

3۔ حتی الامکان دلائل میں تطبیق کی کوشش کرنا:

فقہی احکام کے سلسلے میں امام شوکانی کا ایک عمدہ اسلوب یہ ہے کہ وہ احکام کے استنباط کے ضمن میں حتی الامکان نصوص کے درمیان جمع و تطبیق کے قائل ہیں۔ان کا مزاج یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو تمام نصوص میں تطبیق دے کر سب پر عمل کیا جائے، کسی ایک نص کو منسوخ کہہ کر یا ایک کو دوسرے پر ترجیح دے کر نہ چھوڑا جائے۔اس لیے عام حالات میں وہ کسی نص کے منسوخ ہونے یا ایک نص کے راجح اور دوسری نص کے مرجوح ہونے کے قائل نہیں ہوتے بلکہ دونوں نصوص کے درمیان تطبیق کی کوشش کرتے ہیں۔

چنانچہ یہ اسلوب امام شوکانی نے کثرت کے ساتھ استعمال کیا ہے حتی کہ ان کی کتب میں اس کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں۔جیسا کہ ایک مثال ''السیل الجرار'' میں کفار سے امداد طلب کرنے کے مسئلہ میں موجود ہے۔یہ طے شدہ اور متفقہ بات ہے کہ کفار سے مسلمانوں کے خلاف مدد طلب کرنا کسی صورت جائز نہیں۔البتہ کفار سے کفار ہی کے خلاف مدد طلب کرنے کے متعلق مختلف مضمون کی روایات منقول ہیں۔کسی سے جواز معلوم ہوتا ہے اور کسی سے ممانعت معلوم ہوتی ہے۔امام شوکانی پہلے ان روایات کے اختلاف کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:''رہا کفار سے کفار کے خلاف مدد طلب کرنا تو یہ حضور ﷺ سے بھی ایک سے زیادہ موقع پر ثابت ہے لیکن آپ سے مشرکین سے مدد لینے کی تردید بھی منقول ہوئی ہے کہ بعض مشرکین نے آپ کو مدد کی پیشکش کی تو آپ نے یہ کہہ کر منع فرما دیا کہ ((لَنْ أَسْتَعِينَ بِمُشْرِكٍ))[20]''میں مشرکین سے ہر گز مدد نہیں لوں گا۔''

پھر امام شوکانی دونوں روایات کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:''ان دونوں میں تطبیق کرنا اس طرح ممکن ہے کہ جواز اس صورت میں ہے جب ضرورت بھی ہو اور فائدے کی امید بھی اور ممانعت اس صورت میں ہے جب مذکورہ دونوں باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی نہ ہو۔لہٰذا یہ بات امام کی صواب دید اور اس کی رائے پر موقوف ہے۔''[21]

4۔احکام اخذ کرنے میں عربی زبان پر انحصار کرنا:

چونکہ قران کلامِ الٰہی عربی زبان ہی میں نازل ہوا ہے، اس لیے امام شوکانی نے عربی زبان کے قواعد اور اس کے فہم کو

([20]) Al-Qushairi, Abu al-hussain Muslim bin Al-Hajjaj al-neesaburi, Sahih Muslim, Dar al-Tabaah Turkey, 1334Ah, Hadith No: 1817

([21]) Al-Showkani, Muhammad bin Ali, Al-Sail Al-Jarrar, Dar ibn Hazm, P946

قواعد فقہیہ کے لیے اساس اور بنیاد قرار دیا ہے۔ اس لیے جس جملے یا جس لفظ میں فقہی احکام پر بحث ہوتی ہے امام شوکانی بنیادی توجہ اس کے لغوی معنٰی کی طرف کرتے ہیں اور اسی سے استشہاد اور استدلال کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں عربی زبان کے مستند شعراء کا کلام ان کے نزدیک لفظ کے معنی و مراد کو متعین کرنے میں اہم قرار پاتا ہے۔ جب ان کے نزدیک نص کا معنی لغوی طور پر متعین ہو جائے تب وہ استنباطِ شرعی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

جیسا کہ دورانِ سفر قصر نماز کا مسئلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سفر کرنے والے شخص کو نماز میں قصر کرنے کی اجازت دی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ﴾[22] ''اور جب تم زمین میں سفر کرو اور تمہیں اس بات کا خوف ہو کہ کافر لوگ تمہیں پریشان کریں گے، تو تم پر اس بات میں کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم نماز میں قصر کر لو۔''

لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کی مسافت کو قرآن کریم میں متعین نہیں فرمایا۔ چنانچہ احادیث کریمہ کی روشنی میں فقہائے کرام کے درمیان اس مسئلہ میں اختلاف واقع ہوا ہے کہ مسافتِ قصر کیا ہے اور آیا تھوڑی مسافت کے سفر سے سفر شرعی کے احکام جاری ہوتے ہیں یا قصر کے جواز کے لیے سفر کی کوئی خاص معتد بہ مقدار ضروری ہے؟ امام شوکانی نے ان تمام اقوال اور اختلافات کی بحث کو سمیٹتے ہوئے لغت کو بنیاد بنانے کو ترجیح دیتے ہوئے فرمایا: ''لہٰذا اس مقدار کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے جس پر یہ بات صادق ہے کہ اسے ''سفر'' کہا جاتا ہو اور اتنی مسافت پر جانے والے کو ''مسافر'' کہا جاتا ہو اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اہل لغت مسافر کا لفظ اس شخص کے لیے استعمال کرتے ہیں جو اپنی سواری کا کجاوہ کسے اور اپنے وطن سے کسی اور جگہ کی طرف جانے کا ارادہ کرے۔ اس شخص پر یہ بات صادق آتی ہے کہ وہ مسافر ہے لیکن اس کے برعکس جو شخص اپنے کسی مقصد یا ضرورت سے قریبی جگہوں کی طرف نکلتا ہے اس پر مسافر کے لفظ کا اطلاق نہیں کیا جاتا۔ اس اصول کے مطابق معلوم ہو جانا چاہیے کہ جو شخص اس لغوی تعریف کے اعتبار سے سفر کر رہا ہو وہ قصر کرے گا چاہے وہ اپنے شہر کی حدود کے اندر ہی ہو۔''[23]

5۔ فروع کو اصول کے ساتھ مربوط کرنا:

امام شوکانی کے اسلوبِ استنباط کی واضح خصوصیات میں سے ایک فقہ اور اصول فقہ کا باہمی ربط ہے اور ان کی کتابیں

([22]) Al-Nisaa 4: Ayat101
([23]) Al-Sail Al-Jarrar, P. 188

The Scholar Islamic Academic Research Journal
Vol. 9, No. 2 || July-December 2023 || P. 1-17
https://doi.org/10.29370/siarj/issue17urduar1

"نیل الاوطار" اور "السیل الجرار" اس پر شاہدِ عدل ہیں کہ امام شوکانی اصول اور فروع میں ربطِ باہمی کے کس قدر پر جوش قائل اور اسے عملی طور پر نافذ کرنے والے ہیں۔ چنانچہ ان دونوں کتابوں میں آپ کا طریقہ کار یہی ہے کہ پہلے کتاب وسنت سے دلائل بیان فرماتے ہیں، پھر ان دلائل کی ایسی واضح تشریح کرتے ہیں جس سے ان دلائل کے معنیٰ پوری طرح نکھر کر سامنے آجائیں اور آخر میں حکم شرعی کے استنباط کے لیے اصولی قواعد کی بحث کو بروئے کار لاتے ہیں۔ اس اسلوبِ استنباط سے آپ کی کتابوں میں انتہائی عمدہ ترتیب اور توازن قائم ہوتا ہے اور کتاب وسنّت کے نصوص اور اصولِ فقہیہ واحکامِ شرعیہ باہم مربوط اور جمع ہو جاتے ہیں۔

اس اسلوب کی ایک واضح مثال اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو کے وجوب کا مسئلہ ہے۔ فقہاء کے درمیان اس بارے میں بحث ہوئی ہے کہ اونٹ کا گوشت کھانا ناقص وضو ہے یا نہیں؟ اکثر فقہاء اس بات کے قائل ہیں کہ اونٹ کا گوشت ناقضِ وضو نہیں ہے۔ اس لیے کہ حضرت جابرؓ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کا آخری عمل یہی تھا۔(24) جبکہ دوسرے بعض فقہاء اس بات کے قائل ہیں کہ اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو لازم ہو جاتا ہے اور ان کی دلیل بہت سی احادیث ہیں جن میں سے ایک حضرت جابر بن سمرہؓ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ سے سوال کیا گیا کہ بکری کا گوشت کھانے سے وضو لازم ہے یا نہیں؟ آپ نے فرمایا: اگر چاہو تو کر لو اور اگر چاہو تو نہ کرو۔ پھر کسی نے سوال کیا کہ کیا اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو لازم ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کیا کرو۔(25)

اس بحث کے دوران امام شوکانی نے پہلے تو امام نوویؒ سے اس بات پر اتفاق کیا کہ حضرت جابرؓ کی حدیث جس میں بعد کا عمل بیان کیا گیا ہے یعنی وضو نہ کرنا، یہ "عام" ہے اور اونٹ کے گوشت سے وضو کرنے والی حدیث "خاص" ہے اور خاص عام پر مقدم ہے۔ ساتھ ہی امام شوکانی نے یہ اصولی مسئلہ واضح کر دیا کہ "جو عام مؤخر ہو وہ خاص مقدم پر ترجیح رکھتا ہے"۔ اس مسئلہ میں بھی عام نے خاص کو منسوخ کیا ہے۔ لہٰذا اس بحث سے یہ اصولی مسئلہ واضح ہو گیا کہ عام میں خاص کو منسوخ کرنے کی صلاحیت ہے بشرطیکہ وہ بعد کے واقعہ میں پایا گیا ہو جیسا کہ یہاں پایا گیا۔ یہ بحث بیان کرنے کے بعد اس اصولی مسئلہ کی اہمیت بیان کرتے ہوئے آپ نے نقل فرمایا کہ "یہ مسئلہ اصول میں مدون اور معروف ہے

(24) Al-Bukhari, Abu Abdullah Muhammad bin ismaeel, Sahih Bukhari, Al-Maktaba Al-Sultanyyah Misar, 1311 Ah, Hadith No: 5457

(25) Ibn Hibban, Abu Hatim al-busti, Sahih Ibn Hibban, Dar Ibn Hazm, 1433 Ah, vol.2, p. 464, Hadith No: 1704

The Scholar Islamic Academic Research Journal
Vol. 9, No. 2 || July-December 2023 || P. 1-17
https://doi.org/10.29370/siarj/issue17urduar1

لیکن ترجیح کے مقامات پر کم ہی مصنفین اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اس اصول کا اعتبار کرنا نہایت ضروری ہے۔ اسی اصول سے بہت سے ایسے مسائل میں اشکال ختم ہو جاتا ہے جو مشکل شمار کیے جاتے ہیں۔ اس اصول کا خیال رکھنے سے ہم بہت سے مسائل میں تھکاوٹ سے بچ گئے ہیں جنہیں لوگوں نے مشکل مسائل میں شمار کیا ہے۔"[26]

6۔ فقہی تحقیقات کو حدیث اور اس کے علوم سے جوڑنا:

ائمہ مجتہدین کے بعد کے زمانوں میں کتب فقہ کی ابحاث میں مشغول ہونے کی بنا پر بعض مقلدین میں یہ خامی در آئی کہ وہ حدیث اور علومِ حدیث سے غافل ہو گئے۔ اس بنا پر فقہی علوم میں مہارت کے باوجود حدیث میں ان کا علم نہایت سطحی اور کمزور رہ گیا اور وہ اس قابل بھی نہیں رہے کہ صحیح اور ضعیف حدیث میں ہی امتیاز کر سکیں۔ چنانچہ بسا اوقات وہ اپنی تصانیف میں موضوع روایات ذکر کرتے ہیں اور ان پر ایسے مسائل کی بنیاد کھڑی کرتے ہیں جن کا شریعت اور اسلام سے کوئی واسطہ اور تعلق نہیں اور نہایت ضعیف تاویلات اور دلائل لے کر آتے ہیں جس کی وجہ سے کتب فقہ میں معروف اور منکر روایات اس طرح خلط ملط ہو جاتی ہیں کہ ان میں امتیاز کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لیے امام شوکانی نے اس ضرورت کو محسوس کیا کہ فقہی ابحاث کو حدیث اور علوم حدیث کے ساتھ ملایا جائے۔ کیونکہ سنت نبوی کو احکام کے استنباط واستدلال میں مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ صحت وضعف کے اعتبار سے حدیث کے درجے کو پہچان کر اس سے حکم شرعی کا استنباط کرنا ہی صحیح استنباط واستدلال کی بنیاد ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں امام شوکانی خود بھی علم فقہ اور علم حدیث کو اپنی کتب میں ساتھ ساتھ چلاتے ہیں اور حدیث پر حدیثی اور فقہی دونوں حیثیتوں سے کلام کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی جا بجا اس کی اہمیت بیان کرتے ہیں۔ ایک موقع پر اس اہمیت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "کیونکہ کتب فقہ کی تصنیف کا ارادہ کرنے والا شخص اگرچہ علم فقہ، علم اصول اور دیگر علومِ آلیہ میں مہارت کی انتہا کو پہنچ جائے، اگر اسے حدیث شریف کے علم میں مہارت حاصل نہ ہو اور وہ صحیح اور ضعیف حدیث میں تمیز نہ کرتا ہو اور حدیث کے بیان کرنے میں حدیث کے جاننے والوں پر اعتماد نہ کرتا ہو تو ایسے شخص کی تصنیفات بے بنیاد ہوں گی کیونکہ علم فقہ تو علم حدیث سے ہی ماخوذ ہے۔[27]

"نیل الاوطار" میں تیمم کی "ضربات" کی بحث میں امام شوکانی نے پہلے مختلف اقوال اور ان کے متعلق روایات جمع

([26]) Nail ul Aotar, vol.1, P. 253
([27]) Adab al-talab wa muntahi al-adab, p. 80

The Scholar Islamic Academic Research Journal
Vol. 9, No. 2 || July-December 2023 || P. 1-17
https://doi.org/10.29370/siarj/issue17urduar1

کیں کہ بعض فقہاء کے نزدیک تیمم ایک ضرب ہے۔ بعض کے نزدیک دو ضربیں ہیں اور بعض کے نزدیک تین ضربیں ہیں۔ اس کے بعد صحت اور قوت کے اعتبار سے ایک ضرب والی روایات کو ترجیح دینے کے بعد فرماتے ہیں: "اس سے آپ کو واضح ہو گا کہ دو ضربوں والی احادیث کے تمام طرق ضعف سے خالی نہیں ہیں۔ اگر وہ احادیث صحیح ہوتیں تو اضافے کے ذکر کی وجہ سے انہی سے استدلال کرنا متعین ہوتا۔ لہٰذا حق بات یہی ہے کہ صحیحین میں مذکور حضرت عمارؓ کی حدیث میں جو ایک ضرب کا ذکر ہے اسی پر توقف کیا جائے۔"[28]

7۔ دلیل عقلی سے استدلال:

فقہی احکام کے استنباط میں امام شوکانی کا ایک اہم اسلوب یہ ہے کہ جہاں دلیل نقلی یعنی قرآن و سنت سے استدلال واستنباط کرتے اور اس کی طرف توجہ دینے پر زور دیتے ہیں وہیں وہ دلیل عقلی کو بھی محض بے کار اور بے فائدہ نہیں سمجھتے بلکہ جہاں دلیل عقلی کی جس حد تک ضرورت ہو وہ اس سے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ پھر چاہے وہ ضرورت نصوص کے فہم میں ہو، استدلال میں ہو، مخالف کے ساتھ مباحثہ میں ہو یا نصوص سے معانی کے اخذ میں ہو وہ ہر طرح دلیل عقلی سے بھرپور استفادہ کرتے ہیں اور اس طرح عقل و نقل کو جمع کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ جو عقلی دلائل کمزور قیاسات پر مبنی ہوں یا باطل اور مفروضہ خیالات پر قائم ہوں ان کو بھی رد کرنے کا اہتمام کرتے ہیں بلکہ ایسے مواقع پر آپ کا اندازِ استدلال واستشہاد مزید تیکھا اور تیز ہو جاتا ہے۔

چنانچہ قضائے حاجت کے وقت قبلہ کی طرف چہرہ یا پشت کرنے کے متعلق بحث کرتے ہوئے آپ نے دلیل عقلی کی بحث بھی ضمناً شامل فرمائی ہے۔ قضائے حاجت کے وقت قبلہ کی طرف چہرہ یا پشت کرنا تو تقریباً تمام فقہاء کے نزدیک مکروہ ہے لیکن بعض حضرات نے بیت المقدس کو بھی اس حکم میں شامل کیا ہے اور اس پر حضرت معقل بن یسارؓ کی ایک روایت سے استدلال کیا ہے۔ اس کے متعلق امام شوکانی فرماتے ہیں: یہ جو کہا گیا ہے کہ بیت المقدس بھی کعبہ کے حکم میں شامل ہے تو یہ قیاس باطل ہے کیونکہ اگر علتِ مشترکہ عزت اور شرف ہے تو یہ بات تو بیت المقدس کے علاوہ ہر صاحب شرف مقام کو حاصل ہے اور اس طرح بیت المقدس سے پہلے مسجد نبوی، مسجد قباء اور دیگر مقدس مقامات پہلے اس حکم میں شامل ہونے چاہئیں۔ اور اگر ان کے نزدیک علت مشترکہ یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کا پہلا قبلہ تھا تو اس کا قبلہ ہونا تو منسوخ ہو چکا ہے۔ اور اگر علت مشترکہ یہ ہے کہ وہ یہودیوں کا قبلہ ہے تو شریعت اسلامی میں تو اہل کتاب کی

([28]) Nail ul Aotar, vol.1, p. 329

مخالفت کا حکم دیا گیا ہے۔(29)لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ قیاس عقل واستدلال کی رو سے بھی بالکل درست نہیں۔

8۔ فقہی احکام کے اخذ واستنباط میں عرف وعادت کو ملحوظ رکھنا:

امام شوکانی کے نزدیک سماجی حقائق اور عرف وعادت کو نصوصِ شرعیہ سے احکام کے استنباط میں بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ چنانچہ آپ نے بہت سے فقہی احکام کے بیان میں شرعی حکم کے صادر کرنے میں سماجی حقائق اور معاشرے کے عرف اور عادات اور لوگوں کے رسم ورواج کو خاص طور پر پیش نظر رکھا ہے۔ بہت سے مواقع پر جہاں لوگ ایسی سماجی قباحتوں میں مبتلا تھے جن کی خرابیاں نصوصِ شرعیہ میں نہایت باریک بینی سے غور کیے بغیر معلوم نہیں ہو سکتیں اور جنہیں لوگ نصوص کا ظاہری سہارا لے کر بالکل درست اور جائز جان کر کررہے تھے وہاں آپ نے نہایت فہم وفراست اور دوراندیشی کے ساتھ ان خرابیوں پر تنبیہ فرمائی ہے۔

چنانچہ یمن کے ارد گرد کے علاقوں میں اس وقت بیٹیوں کو میراث سے محروم کرنے کے لیے یہ حیلہ کیا جاتا تھا کہ وہ اپنے مال کا اکثر یا بہترین حصہ یا اپنے بیٹوں کو ہبہ یا تحفہ کے طور دے دیا کرتے تھے یا اپنے پوتوں کے لیے وصیت کر دیا کرتے تھے اور اپنے عمل کو سندِ جواز اس طرح دیتے کہ ہم وارث کے لیے تو وصیت نہیں کر رہے۔ وارث کے لیے وصیت کرنا اگرچہ اس فرمانِ نبوی کی رو سے ناجائز ہے: ''بیشک اللہ تعالیٰ نے ہر حق دار کو اس کا حق عطا کر دیا ہے لہٰذا کسی وارث کے لیے کوئی وصیت جائز نہیں۔''(30)لیکن چونکہ پوتا وارث نہیں ہوتا اس لیے ہم پوتے کے لیے وصیت کر رہے ہیں۔ لہذا ہم کسی ناجائز کام کا ارتکاب نہیں کر رہے۔

امام شوکانی نے اس عمل کو جب اپنے ارد گرد کے علاقوں میں بڑھتا ہوا دیکھا اور بہت سے نام نہاد اہل علم کو انہیں سندِ جواز فراہم کرتے دیکھا تو نہایت مفصل اور شدید انداز میں اس پر تنبیہ فرمائی جس کا ایک جملہ یہ ہے: ''اور یہ شیطانی وسیلہ عام اور شائع ہو گیا خصوصاً اہل دیہات میں کیونکہ ان کے نفوس میں پہلی جاہلیت کے لوگوں والی بیٹیوں کو میراث نہ دینے کی بیماری باقی ہے۔''(31)اور پھر ایسے لوگوں کے دل کے خبث اور خفیہ چور کو پکڑتے ہوئے فرمایا: ''اور میں نے ایسے لوگوں کے حالات میں غور کیا ہے اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ ان میں سے کوئی اپنی اولاد یا اولاد کی اولاد کے لیے وصیت تب ہی کرتا ہے جب اس کی بیٹیاں ہوں یا اپنی اولاد میں سے کسی خاص بیٹے کی طرف

(29) Al-Sail Al-Jarrar, p. 46
(30) Jame Al-Tirmazi, Hadith No. 2120
(31) Adab al-Talab wa muntahi al-adab, p. 201

طبعی میلان ہو۔ کسی اچھے یا نیک مقصد کے لیے ایسا بہت ہی نادر اور اقل قلیل حالات میں کیا جاتا ہے۔"[32]

9۔ مقاصد شریعت کو ملحوظ رکھنا:

امام شوکانی کے فقہی استنباط کے اسالیب کا ایک خاص عنصر شریعت کے اسرار اور نصوص کو سمجھنے میں اس کے عمومی مقاصد کا مشاہدہ کرنا اور انہیں حقائق پر عملاً نافذ اور لاگو کرنا ہے۔ امام شوکانی محض دلائل کی طرف سطحی نظر سے دیکھنے اور مقاصد شریعت کا خیال نہ رکھنے کے مخالف ہیں۔ ان کا اصول یہ ہے کہ جہاں دلائل کی قوت وضعف کو جانچا جاتا ہے وہیں یہ بھی معلوم کرنا ضروری ہے کہ آیا وہ مقاصد شریعت کے موافق ہیں یا ان سے متصادم ہیں؟ اگر موافق ہیں تو ٹھیک، ورنہ مقاصد شریعت سے متصادم ہونے کی صورت میں دلائل کے مضبوط اور قوی ہونے کے باوجود انہیں لاگو کرنا درست نہیں ہے بلکہ مقاصد شریعت کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

اسی عنصر کی وجہ سے امام شوکانی "ماءِ مستعمل" کے احکام کے متعلق فقہاء کی طرف سے مقاصد شریعت کا خیال نہ رکھنے سے نالاں ہیں اور فرماتے ہیں کہ انہوں نے دلائل کے ظاہر سے استدلال کر لیا لیکن اس ضمن میں مقاصد شریعت کا خیال نہیں رکھا۔ چنانچہ نقل فرماتے ہیں: "اور حنفیہ اور شافعیہ نے ماءِ مستعمل کے بارے میں ایسی باتیں کہی ہیں جن پر علم کے کوئی آثار نظر نہیں آتے اور انہوں نے ایسی تفصیلات بیان کی ہیں اور ایسی تفریعات نکالی ہیں جو آسان اور سہل شریعت سے بہت دور ہیں۔"[33]

10۔ فقہی مسلک میں آزادی کی روش کو اختیار کرنا:

امام شوکانی نے فقہی احکام کے استنباط میں جس اسلوب کو بڑی شدت سے اور استقامت کے ساتھ اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ وہ کسی خاص فقہی مسلک یا مذہب کی پیروی نہیں کرتے اور نہ ہی احکام شریعت کے اخذ و استنباط میں کسی خاص فقیہ کے قول کو مستقل طور پر اپناتے ہیں بلکہ قرآن و سنت میں براہِ راست غور و فکر کرتے ہیں اور غور و فکر کرتے ہوئے جو بات اور جو قول ان کو قرآن و سنت کی صحیح تشریح اور بنیادی اصول اور قواعد شریعت کے مطابق نظر آجائے اسے وہ لے لیتے ہیں، پھر چاہے وہ کسی بھی فقیہ کا کہا ہوا ہو یا کسی بھی شخص نے اس کو تحریر کیا ہو۔

([32]) Ibid
([33]) Nail ul Aotar, vol.1, p. 40

The Scholar Islamic Academic Research Journal
Vol. 9, No. 2 || July-December 2023 || P. 1-17
https://doi.org/10.29370/siarj/issue17urduar1

اس انداز سے استنباط کرتے ہوئے بسا اوقات ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ امام شوکانی کا اجتہاد کسی دوسرے فقیہ کے اجتہاد کے موافق ہو جاتا ہے۔ اس صورت میں یہ ''اجتہادی موافقت'' ہوتی ہے نہ کہ ''تقلیدی موافقت'' کیونکہ امام شوکانی کسی بھی فقیہ کی ہر گز تقلید نہیں کرتے بلکہ اپنے استنباط کو کسی بھی خاص فقہ یا فقیہ کی تقلید کی روش سے بالکل آزاد رکھتے ہیں اور ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ بسا اوقات ان کا اجتہاد کسی دوسرے مجتہد کے موافق نہیں ہوتا۔ اس صورت میں اس اختلاف کی بنیاد کسی قسم کی مخالفت نہیں ہوتی بلکہ اس کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ انہوں نے جو اجتہاد کیا وہ اتفاقاً کسی دوسرے فقیہ کے اجتہاد کے مطابق نہیں ہوا۔ اسی لیے ہم اکثر دیکھتے ہیں کہ امام شوکانی احکام کے اخذ و استنباط میں اکثر ایک ہی فقیہ کے بہت سے اقوال کو لے بھی لیتے ہیں اور دوسرے موقع پر کسی دوسرے مسئلہ میں اسی کے اقوال کو رد کرتے ہوئے بھی نظر آتے ہیں۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ خاص طور پر تقلید کی غرض سے نہ کسی کا قول لیتے ہیں اور نہ ہی بلا ضرورت کسی کی مخالفت کرتے ہیں بلکہ ان کا اصول یہی ہے کہ براہِ راست قرآن و سنت میں غور کیا جائے اور پھر جو بات اس کے موافق ہو اسے لیا جائے اور جو اس کے مخالف ہو اسے رد کر دیا جائے۔

چنانچہ اس کی ایک عمدہ مثال نماز میں درود کے واجب ہونے کا مسئلہ ہے۔ اس ضمن میں پہلے آپ نے جمہور کی رائے بیان فرمائی کہ نماز میں درود پڑھنا سنت مؤکدہ ہے، واجب نہیں ہے۔ پھر امام شافعی کی رائے کو بیان فرمایا کہ نماز میں درود پڑھنا واجب ہے۔ ان دونوں مسالک کے بیان کے بعد پھر آپ نے نماز میں درود کے وجوب کے بارے میں تو امام شافعی کی موافقت کی اور یہ فرمایا کہ نماز میں درود پڑھنا واجب ہے۔ لیکن امام شافعی یہ فرماتے تھے کہ جو شخص عمداً یعنی جان بوجھ کر نماز میں درود چھوڑ دے اس کے اوپر نماز کا اعادہ لازم ہے۔ اس مسئلہ میں امام شوکانی نے امام شافعی کی مخالفت فرمائی کہ اگرچہ نماز میں درود پڑھنا واجب تو ہے لیکن اگر جان بوجھ کر درود چھوڑ دیا جائے تو نماز کا اعادہ واجب نہیں۔[34] ہم دیکھ سکتے ہیں کہ امام شوکانی نے ایک ہی مسئلہ میں جہاں اجتہاد کی موافقت ہوئی امام شافعی کے قول کو اختیار کر لیا لیکن جہاں اجتہاد کی موافقت نہیں ہوئی انہوں نے اسی قول کے دوسرے پہلو میں امام شافعی سے اختلاف کر لیا۔ اس لیے کہ ان کا اصول یہی ہے کہ کسی فقہی استنباط کے معاملے میں کسی خاص فقہ یا فقیہ کی پیروی نہ کی جائے بلکہ براہ راست قران و سنت میں غور و فکر کیا جائے۔ اگر فقیہ کی موافقت بھی ہو جائے تو فبہا لیکن وہ اس کا اہتمام نہیں کرتے اور اگر مخالفت ہو جائے تو وہ اس کی پرواہ بھی نہیں کرتے۔

([34]) Fath ul Qadeer, vol.4, p. 346

The Scholar Islamic Academic Research Journal
Vol. 9, No. 2 || July-December 2023 || P. 1-17
https://doi.org/10.29370/siarj/issue17urduar1

حاصل بحث:

امام شوکانی کا مکمل نام ابوعبداللہ محمد بن علی بن محمد شوکانی صنعانی ہے۔آپ نہ صرف حدیث وفقہ بلکہ دیگر متعدد علوم وفنون میں بھی مہارتِ تامہ رکھتے تھے۔یہی وجہ ہے کہ آپ کے تذکرہ نگاروں نے آپ کو محدث وفقیہ کا درجہ دینے کے ساتھ ساتھ مفسر، اصولی، مؤرخ، ادیب، نحوی، منطقی، متکلم اور حکیم بھی قرار دیا ہے۔چونکہ پیش نظر مقالہ میں ہمارا موضوع آپ کے فقہی استنباط کے حوالے سے ہے لہذا یہاں آپ کے استنباطِ احکام کے دس اہم اسالیب کو منتخب کر کے نقل کیا گیا ہے اور وہ یہ ہیں؛ امام شوکانی فقہی احکام کے استنباط میں دلیل کو قولِ فیصل قرار دیتے ہیں۔استنباطِ احکام میں نص کے ظاہری مفہوم کا حتی الامکان لحاظ کرتے ہیں اور نص کو ظاہری مفہوم سے پھیر کر دوسرا مفہوم پہنانے سے احتراز کرتے ہیں۔دلائل میں جمع وتطبیق کے قائل ہیں اور نسخ یا ترجیح کی بجائے کوشش کرتے کہ ایسی توجیہ کی جائے جس سے تمام نصوص پر بیک وقت عمل کیا جاسکے۔عربی زبان کے اصول وقواعد احکامِ شرع کے لیے بنیادی حیثیت رکھتے ہیں لہذا اخذِ احکام کے لئے ان پر انحصار کرتے ہیں۔فروع کو اصول کے ساتھ مربوط کرنے کے قائل ہیں۔لہٰذا وہ فروعی احکام کے استنباط کی ابحاث میں اصول وقواعد کا لحاظ رکھتے ہیں۔فقہی تحقیقات میں حدیث اور اس کے علوم کی اہمیت کے شدت سے قائل ہیں اور حدیث اور علومِ حدیث کے اصول کا فقہی احکام کے استنباط میں خاص خیال رکھتے ہیں۔دلیل نقلی سے استنباطِ احکام پر انحصار کے قائل نہیں بلکہ جہاں جہاں ضرورت پیش آئے دلیل عقلی سے استدلال واستنباط بھی کرتے ہیں۔فقہی احکام کے استنباط میں سماجی بنیادوں کو پیش نظر رکھتے ہیں اور صرف کتابی یا اصولی ابحاث پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ ساتھ ساتھ عملی پہلوؤں اور مسئلہ کی معاشرے میں رائج صورتوں کی طرف بھی توجہ دینے کا اہتمام کرتے ہیں۔مقاصدِ شریعت کو ملحوظ رکھنے کا بھی خصوصی اہتمام کرتے ہیں۔فقہی مسلک میں خود بھی آزادی کی روش کو اختیار کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی اسی کی تلقین کرتے ہیں۔آپ اس بات کے قائل ہیں کہ احکامِ شرع کے استنباط کے لیے نصوصِ شرعیہ میں براہِ راست غور کیا جائے اور کسی خاص فقہ یا فقیہ کی براہِ راست پیروی نہ کی جائے۔اتفاقاً کسی فقیہ کی موافقت یا مخالفت ہو جائے تو وہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial-ShareAlike 4.0 International (CC BY-NC-SA 4.0)